273 — 302

مولانا ضیاء الدین نخشبیؒ

از

(پروفیسر خلیق احمد صاحب نظامی استاد شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

آج سے تقریباً چھ سو سال پہلے کا ذکر ہے کہ بدایوں میں ایک بزرگ مولانا ضیاء الدین نخشبیؒ رہتے تھے، اللہ نے انھیں علم وفضل کی بے پناہ دولت سے نوازا تھا۔لیکن مال وجاہِ دنیوی سے ان کو یکسر محروم کردیا تھا۔وہ اس محرومی کو اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے اور عسرت وتنگی میں ایسی خوشی سے دن گزارتے تھے کہ "الفقر فخری" کا سماں آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتا تھا۔اور فضائیں تک پکار اٹھتی تھیں ؎

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللٰہی

نخشبی، عزت وشہرت کے خواہاں نہ تھے۔انھوں نے اپنے دل کی دنیا، "سوز ومستی جذب وشوق" سے تعمیر کی تھی۔ان کی تمنا تھی کہ بس یہی دنیا آباد رہے۔وہ دعا کرتے تھے تو یہی ؎

خدایا اہل دل را ذوقِ دل دہ ضیائے نخشبی را شوقِ دل دہ

انھوں نے عمر بھر اس ڈر سے گھر نہیں بنوایا کہ کہیں دل نہ ویران ہو جائے۔عرفی نے سچ کہا تھا ؎

من از فریبِ عمارت گدا شدم ورنہ ہزار گنج بہ ویرانۂ دل افتاد است!

نخشبی کی عزلت پسندی اور عزت وجاہ سے نفرت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی شہرت بدایوں کے ایک گوشہ میں محدود ہو کر رہ گئی۔

شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ (المتوفی ۱۰۵۲ھ) سے پہلے کسی مورخ یا تذکرہ نویس نے، ان کے حالات تو کیا، ان کا نام تک نہیں لکھا۔جب شیخ محدثؒ نے ان کے حالات لکھنے چاہے تو ان میں اور نخشبیؒ میں کم وبیش تین سو سال حائل تھے۔گوشۂ گمنامی میں زندگی گذارنے والے بزرگ کے حالات کا دستیاب ہونا آسان نہ تھا۔چنانچہ ان کو نخشبیؒ کی تصانیف کے چند اقتباسات پر اکتفا کرنا پڑا۔یہ ۹۹۹ھ کا ذکر ہے جب شیخ محدثؒ

اخبار الاخیار کی ترتیب و تصنیف میں مصروف تھے۔ زندگی کے آخری سالوں میں جب انھوں نے تالیف قلب الالیف لکھنی شروع کی، تو نخشبیؒ کے حالات کی پھر تلاش کی، لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ شیخ محدثؒ کے بعد کے تذکروں میں نخشبیؒ کا ذکر ضرور ملتا ہے لیکن وہ بڑی حد تک شیخ محدثؒ ہی سے ماخوذ ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اب ضیار نخشبیؒ کے حالات کی جستجو اگر کی بھی جائے تو "کوہ کندن و کاہ برآوردن" کی مصداق ہوگی۔ اس مضمون میں نے کوشش کی ہے کہ خود ضیار نخشبیؒ کی تصانیف سے ان کے حالات مرتب کئے جائیں اور ان کی علمی خدمات اور افکار کا پتہ لگایا جائے۔

وطن | مولانا ضیار الدین نخشب کے رہنے والے تھے چہل ناموس میں خود لکھتے ہیں ؎

زہر شہرے دہر جائے متاعے قیمتی خیزد ضیار از نخشب و شکر ز مصر و سعدی از شیراز

نخشب بخارا میں ایک پرفضا مقام تھا۔ عرب اس کو نسف کہتے تھے۔ دریا کشکا اس کے درمیان سے گذرتا تھا[1] اور اس کی رونق میں اضافہ کرتا تھا۔

جب وسط ایشیا میں منگولوں کا طوفان کف بر دہان امنڈنا شروع ہوا تو نخشب بھی ان کے جور و ستم سے محفوظ نہ رہ سکا۔ چنگیز خاں نے اس پر قبضہ کر لیا اور اس کو یہ علاقہ ایسا پسند آیا کہ اپنی فوجوں کے لئے گرمی کی چھاؤنی یہاں بنا دی۔ رفتہ رفتہ منگولوں کے محلات بننے شروع ہو گئے یہاں تک کہ ہر طرف محل ہی محل نظر آنے لگے اور اس جگہ کا نام قرشی پڑ گیا۔ قرشی منگولوں کی زبان میں "محل" کو کہتے ہیں[2]۔ آج بھی یہ علاقہ قرشی ہی کہلاتا ہے۔

ہندوستان میں آمد | گمان غالب یہ ہے کہ جب نخشب میں منگولوں کا تسلط ہو گیا اور وہاں کے حالات ناقابل برداشت ہو گئے تو وسط ایشیا کے اور بہت سے مسلمانوں کی طرح، ضیار نخشبی نے بھی ہندوستان کا رخ کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب بقول عصامی ؎

---

[1] ابن حوقل۔ ص ۳۷۸ [2] عرصہ تک قرشی ایک مشہور و معروف مقام رہا بعد کو کش کی شہرت نے اس کو ماند کر دیا کش، قرشی سے کل تین دن کی مسافت پر واقع تھا چونکہ تیمور کش میں پیدا ہوا تھا اس لئے اس کو زیادہ اہمیت حاصل ہو گئی عہد تیموریہ کی تاریخوں میں اکثر جگہ قرشی کا ذکر ملتا ہے (ظفرنامہ۔ ج ۱، ص ۱۱۱، ۲۴۴، ۲۵۹ وغیرہ)

ہمہ عالمانِ بخارا نژاد ہمہ زاہد و عابدِ ہر بلاد
دراں شہرِ فرخندہ جمع آمدند چو پروانہ بر نورِ شمع آمدند

دارالسلطنت دہلی خلائقِ عالم کا مرجع ومرکز بنا ہوا تھا۔
فارسی کا ایک مشہور مصرعہ ہے ع

خدا شرے برانگیزد کہ خیرِ ما دراں باشد

وسط ایشیاء میں جب ترکان غزا ورمنگولوں کی تباہ کاریوں نے عرصۂ حیات تنگ کردیا تو علماء واکابر کی ایک کثیر تعداد ہندوستان کی طرف رجوع ہو گئی۔

بغداد و بخارا کے یہ ٹوٹے ہوئے تارے، ہندوستان کی فضائے علم پر آفتاب وماہتاب بن کر نمودار ہوئے۔ اور اسلامی ہند کو اپنے ابتدائی دور میں علماء وفضلاء کی ایک ایسی کثیر تعداد مل گئی جس نے سارے ملک کو اپنی نواسنجیوں سے پُرشور کردیا۔ حضرت شیخ علی ہجویریؒ المعروف بہ داتا گنج بخشؒ غالباً پہلے بزرگ ہیں جو نامساعد حالات کے باعث ہندوستان تشریف لائے۔ ان کے بعد تو قافلہ در قافلہ لوگ اس ملک میں آنے لگے۔ عام طور سے جو لوگ عزت وشہرت کے خواہاں ہوتے تھے وہ دہلی میں رک جاتے تھے کہ دارالسلطنت کی زندگی میں بہرحال بڑی دلفریبی تھی۔ جو بزرگ حکومتِ وقت سے بے تعلق رہ کر زندگی بسر کرنا چاہتے تھے وہ دہلی سے دور کسی مقام کا انتخاب کرلیتے تھے۔ کہ دربار کے دم گھونٹنے والے ماحول سے ان کی طبیعت گھبراتی تھی۔ بدایوں ایسے لوگوں کا محبوب مرکز تھا۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے دادا اور نانا، جو سرکاری ملازمت کو پسند نہیں کرتے تھے اور گوشۂ قناعت میں زندگی گزارنا چاہتے تھے جب ہندوستان آئے تو بدایوں ہی کو اپنا مستقر بنالیا۔ غالباً یہ خاموش زندگی بسر کرنے کی تمنا ہی تھی جس نے ضیاء بخشی کو بدایوں میں قیام کرنے پر آمادہ کرلیا۔

بدایوں میں قیام | بدایوں، اسلامی تہذیب وتمدن کا قدیم مرکز تھا۔ یہاں اسلامی علوم وفنون نے بڑی ترقی کی تھی۔ جگہ جگہ مدرسے اور خانقاہیں تھیں۔ چپہ چپہ پر بزرگوں کے مزارات تھے۔ خود حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کا فرمانا تھا کہ ـــــــــ

"در بدایوں بسیار بزرگاں خفتہ اند"[۱]

یہاں کی خاموش علمی و دینی فضا نے نخشبیؒ کے دامنِ دل کو پکڑ لیا اور وہ بدایوں پہنچنے کے بعد بدایوں ہی کے ہو گئے۔

تذکرہ الواصلین میں مولانا ضیاء الدین کے بدایوں میں قیام کرنے کے سلسلہ میں ایک واقعہ لکھا ہے، جب نخشبیؒ بدایوں تشریف لائے، تو جس مکان میں مقیم تھے اس کے ہمسایہ میں ڈھول بجتا ہوا سنا لوگوں سے وجہ پوچھی۔ معلوم ہوا کہ مالک خانہ کی سالگرہ کی خوشی میں لوگ عیش و نشاط میں مصروف ہیں۔ فرمایا۔ یہ بہت اچھی جگہ ہے کہ یہاں کے لوگ عمر کے کم ہونے پر خوشی کرتے ہیں۔ یہاں سے نہ جانا چاہئے۔

نخشبیؒ نے اپنے وطن کی بربادی اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی چنانچہ ان کی طبیعت آسائش کی زندگی بسر کرنے پر آمادہ نہ ہوئی۔ انھوں نے ایک گوشہ میں اپنا مسکن بنا لیا اور رہنے لگے۔ خود کہتے ہیں ؎

آنکہ ویرانیِ جہاں دیدہ است خشت بر خشت ہیچگہ نہ نہد

شیخ شہاب الدین مہمرہ سے تلمذ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب ضیاء نخشبیؒ بدایوں پہنچے تو ان کی نوعمری کا زمانہ تھا۔ اور وہ تکمیلِ علوم سے بھی پوری طرح فارغ نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ بدایوں پہنچ کر شیخ شہاب الدین مہمرہ کے دامنِ کمال سے وابستہ ہو گئے اور ان سے کسبِ علوم کرتے رہے۔

شیخ مہمرہؒ سے تلمذ کی روایت تذکرہ الواصلین میں درج ہے[۲]۔ خود نخشبیؒ نے کسی جگہ اس کی بابت کچھ نہیں لکھا۔ صاحب تذکرہ الواصلین نے اپنے ماخذ کا حوالہ نہیں دیا اور تذکرہ نویس بھی اس مسئلہ میں خاموش ہیں۔

معارج الولایت میں ان کے مزار کے سلسلہ میں لکھا ہے۔

"مرقد او در بداؤں است، قریب روضہ صاحب پیش نماز گاہ شمسی بایاں قبر شیخ محمد استاذ خود بسیار غریبانہ و مردانہ خفتہ است"[۳]

تذکرہ الواصلین میں لکھا ہے کہ نخشبیؒ کی قبر حوبزہ شہاب مہمرہؒ پر واقع ہے۔ میرے خیال میں معارج الولایت کے کاتب نے شیخ مہمرہ کی جگہ غلطی سے شیخ محمد لکھ دیا ہے۔ شیخ محمد نامی کسی بزرگ کا تذکرہ بدایوں

---

۱ فوائد الفواد ۲ تذکرۃ الواصلین ص ۳ معارج الولایت جلد اول (قلمی نسخہ)

کے سلسلہ میں نظر سے نہیں گزرا۔

بہر حال شیخ ہمرہ سے نخشبیؒ کا اکتساب علوم کرنا کوئی ایسی بات نہیں جس کے قبول کرنے میں کوئی تاریخی رکاوٹ پیش آتی ہو۔ شہاب ہمرہ اپنے عہد کے مشہور عالم اور استاد الشعراء تھے بدایوں میں ان کا طوطی بولتا تھا امیر خسرو نے لکھا ہے ؎

در بداؤں ہمرہ سرمست برخیزد ز خواب   گر برآید غلغلِ مرغان دہلی زیں نوا[1]

ہمرہؒ عالم بھی تھے، اور شاعر بھی۔ نخشبی کو ایسے ہی استاد کی ضرورت بھی تھی۔ انھوں نے استاد کے انتخاب میں یقیناً بڑی دوربینی سے کام لیا کسی زاہد خشک سے منسلک ہو جانے میں، ان کی شاعرانہ فطرت اور کمالات کے ماند پڑ جانے کا خطرہ تھا۔

شیخ فریدالدین ناگوریؒ سے ارادت | شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں۔

"چنیں شنیدہ شدہ است کہ وے مرید شیخ فرید است کہ نبیرۂ و خلیفۂ سلطان التارکین شیخ حمیدالدین ناگوری است، واللہ اعلم"[2]

ایسا سنا گیا ہے کہ شیخ فرید سے جو حضرت شیخ حمیدالدین ناگوری کے پوتے اور خلیفہ تھے بیعت تھے۔

شیخ محدثؒ بڑے محتاط راوی تھے۔ ان کی اس عبارت سے ایسا مترشح ہوتا ہے کہ خود انھیں اس کا یقین نہیں تھا۔ صرف شہرت کی بنا پر انھوں نے یہ بات لکھدی ہے۔ ضیا نخشبیؒ کی کسی تحریر سے اس مسئلہ پر روشنی نہیں پڑتی معارج الولایت نے یہ بات یقینی طور پر اس طرح لکھی ہے

"مرید و خلیفہ شیخ فریدالدین نبیرۂ حضرت سلطان التارکین است"

اور ان کا ذکر اسی ترتیب سے کیا ہے۔

شیخ فریدالدین ناگوری اپنے عہد کے مشہور مشائخ میں شمار کئے جاتے تھے۔ انھوں نے اپنے دادا شیخ حمیدالدین سوالی ناگوری کے ملفوظات (سرور الصدور[3]) جمع کیے تھے۔ اس ملفوظ میں شیخ فریدؒ نے کچھ اپنے

---

[1] منتخب التواریخ۔ ملا عبدالقادر بدایونی۔ جلد اول ص۔ [2] اخبار الاخیار۔ ص ۱۰۰ (مجتبائی پریس دہلی ۱۳۰۹ھ)

[3] سرور الصدور ایک نادر قلمی نسخہ خاکسار کے پاس ہے ارادہ ہے کہ اس کو مرتب کر کے شائع کر دیا جائے۔

حالات بھی لکھے ہیں اس میں کسی جگہ ضیا نخشبی کا ذکر نہیں۔ ایک بزرگ شیخ نجیب الدین نخشبی کا ذکر ضرور ہے جن کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ التمش کے زمانہ میں ہندوستان میں تشریف لائے تھے۔ سلطان نے ان کو شیخ الاسلام بنا دیا تھا اور ان کو پدر کہہ کر مخاطب کیا کرتا تھا۔[1]

سلک السلوک کے ناشر کو شیخ فرید نام سے غلط فہمی پیدا ہوئی۔ اور شاید اسی وجہ سے اس نے کتاب کے خاتمہ پر نخشبیؒ کو "خلیفہ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ" لکھ دیا۔ جو یقیناً غلط ہے۔

عسرت و تنگی کی زندگی | نخشبیؒ کی زندگی عسرت و تنگی میں بسر ہوئی تھی۔ ان کے پاس "نقد دین" کے سوا کچھ نہ تھا۔ یہی ان کی متاع عزیز تھی یہی ان کی تسلی کا باعث لکھتے ہیں ؎

نخشبی نقدِ دیں ز دست مدہ — خلق فضلِ کریم بر ہمہ یافت
فقرا پائے بر سر گنج اند — نقدِ دیں ہر کہ یافت ہر ہمہ یافت[2]

وہ فقر و فاقہ میں "راز زندگی" پاتے تھے اور اس میں خوش ہوتے تھے لکھتے ہیں ؎

نخشبیؒ ہاں بفقر خورسش می باش — گرچہ کس در غنا نباشد خوش
فقرا آنچناں خوشند از فقر — کہ کسے در غنا نباشد خوش[3]

نخشبیؒ کا عقیدہ راسخ تھا کہ رزق، اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقدر ہوتا ہے سلک السلوک میں انھوں نے حضرت رابعہ بصریؒ کا ایک نہایت ہی سبق آموز واقعہ لکھا ہے۔ بصرہ میں ایک مرتبہ قحط پڑا لوگ بہت پریشان ہوئے اور اس کی اطلاع حضرت رابعہ بصریؒ کو بھی دی گئی سن کر فرمانے لگیں۔

"اگر ہر دانہ غلہ بمثقال زر رسد من ہرگز از برائے رزق اندوہگیں نشوم فان علینا ان نعبدہ کما امرنا وعلیہ ان یرزقنا کما وعدنا"[4]

اگر غلہ کا ایک ایک دانہ سونے کے دانوں کے برابر بھی ہو جائے (مجھے پرواہ نہیں) میں رزق کا غم کبھی نہ کھاؤں گی کیونکہ جیسا کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے ہمارا کام اپنے پروردگار کی بندگی ہے اور جیسا کہ اس نے وعدہ فرمایا ہے ہمارا رزق اس کے ذمہ ہے۔

---

[1] سیر الصدور (قلمی) ص ۱۹ [2] سلک السلوک ص۲۶ [3] ایضاً ص۲۷ [4] ایضاً ص۳۱

اس قول کے نقل کرنے کے بعد نخشبیؒ نے یہ قطعہ لکھا ہے ؎

نخشبیؒ از خدا ست رزق ہمہ می برد ز آفتاب عالم نور
ہست اندر جہانِ کون و فساد نان شاہ و گدا ز یک تنور[1]

اس کے معنی یہ ہرگز نہ سمجھے جائیں کہ وہ روزی حاصل کرنے کے لئے کسی جدوجہد کو ضروری نہ سمجھتے تھے۔ انھوں نے محنت ومشقت کے ساتھ روزی حاصل کرنے کو "مذہبی فریضہ" کا درجہ دے کر اس پر بحث کی ہے۔ ارشادِ نبوی "طلب الحلال جہاد" پر انھوں نے بے حد زور دیا ہے اور لقمۂ حرام کی شدت کے ساتھ مذمت کی ہے۔ لکھتے ہیں۔

"حینی گویند ہر کہ یک لقمۂ حرام خورد چہل روز تیر دعا را او بر نشانۂ اجابت نرسید و چیزے حلال حاصل کردن از اعظم امور را صعب اعمال است[2]"

کہتے ہیں کہ جو کوئی حرام کا ایک لقمہ بھی کھاتا ہے چالیس روز تک اس کی دعا کا تیر نشانۂ اجابت پر نہیں پہنچتا (یعنی اس کی دعا قبول نہیں ہوتی) اور رزق حلال کی طلب اعمال میں نہایت مشکل عمل اور کاموں میں نہایت عظیم الشان کام ہے۔

نخشبیؒ کا عقیدہ تھا کہ حصولِ روزی کے لئے جس طرح جدوجہد ضروری ہے اسی طرح یہ یقین بھی جزوِ ایمان ہے کہ روزی کا دینے والا اللہ ہے اور کوئی انسانی قوت، رازق ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتی۔

امراء وسلاطین سے بے تعلقی | چشتیہ سلسلہ کی دیرینہ روایات کے مطابق نخشبیؒ نے شاہانِ وقت یا امراء سے کوئی رابطہ یا تعلق رکھنا پسند نہیں کیا۔ لکھتے ہیں۔

"عزیز من! امرائے کہ بر فقرا آیند سعادت آں امرا باشد، و فقرائے کہ بر در امرا روند شقاوت آں فقرا بود"[3]

عزیزم! امیروں کا فقیروں کے پاس جانا ان امیروں کے لئے وجہ سعادت ہے اور جو درویش کہ امیروں کے گھر کا طواف کرتے ہیں یہ ان فقیروں کی شقاوت کی نشانی ہے۔

اس اصول کی وضاحت میں انھوں نے چند ایسے واقعات لکھے ہیں جو خود ان کے جذبات کی ترجمانی

---

[1] [2] [3] سلک السلوک

کرتے ہیں۔ ایک بادشاہ ایک درویش سے ملنے گیا اور دینار پیش کئے، درویش نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے کہا اگر دینار قبول نہیں کرتے تو اور کوئی حاجت بتاؤ جو میں پوری کر دوں۔ درویش نے جواب دیا

"حاجت من آنست کہ بار دیگر مرا زحمت ندہی" میری حاجت و ضرورت صرف یہ ہے کہ دوبارہ یہاں آکر مجھے تکلیف نہ دینا۔

حکیم سنائی کا ایک واقعہ خود ان کی زبان سے سننے کے قابل ہے۔

بشنو بشنو چنیں گویند بادشاہے کہ سنائی حکیم در وقت سلطنت او بود ہوس دیدن سنائی کرد، ہر جا او را بطلبیدند نیافتند تا عاقبت از خانہ مخنثے بیامد و چوں بیامد دستہا در کش کردہ آمد، چوں بنشست پائے دراز کردہ بنشست، بادشاہ گفت، اے خواجہ ما شنیدہ ایم کہ تو حکیمے، سنائی گفت در من چہ خلاف حکمت دیدی؟ گفت من سہ چیز در تو دیدم کہ آں ہر سہ چیز از قاعدہ حکمت خارج اند۔ گفت آں کدام اند۔ بادشاہ گفت اول آنست کہ تو در خانہ مخنث چہ کنی۔ سنائی گفت من ہیچ کس را در عمل خود ہمچو خود نیافتم مگر آں مخنث را۔ بنا براں کہ مرا تمام رہبنیت مرداں آفریدہ اند اما از من کار مرداں بر نمی آید من مخنث طریقم و او مخنث طبیعت دوم گفت چوں آمدی دستہا بستہ چرا آمدی؟ گفت آنکہ پیش تو دستے نبود کہ سوال نخواہم کشاد، گفت سوم چوں بنشستی پائے چرا دراز کردی۔ گفت از

سنو! سنو! کہتے ہیں مشہور حکیم سنائی کے زمانے میں ایک بادشاہ تھا جس کو سنائی سے ملاقات کا اشتیاق ہوا چنانچہ ان کو تلاش کیا گیا مگر کہیں نہ ملے تلاش بسیار کے بعد بالآخر ایک ہجڑے کے یہاں سے برآمد ہوئے اور ان کو بادشاہ کے پاس پہنچایا گیا، جیسے ہی یہ بادشاہ کے یہاں پہنچے اپنے ہاتھوں کو سمیٹ لیا اور بیٹھے تو پاؤں پھیلا کر بیٹھے، بادشاہ نے کہا ہم نے سنا ہے آپ حکیم سنائی ہیں۔ سنائی بولے تو پھر آپ نے مجھ میں حکمت کے خلاف کون سی بات دیکھی کہ آپ کو تعجب ہوا بادشاہ نے جواب دیا میں نے تم میں تین چیزیں ایسی دیکھی ہیں جو اصول حکمت پر پوری نہیں اترتیں، حکیم سنائی نے دریافت کیا وہ کیا ہیں؟ بادشاہ نے کہا پہلی بات تو یہ ہے کہ تم ہجڑے کے گھر کیوں تھے اور کیا کرتے تھے سنائی نے برملا جواب دیا میں نے عمل کے اعتبار سے اس مخنث کے علاوہ کسی کو اپنے جیسا نہیں پایا کیونکہ باوجودیکہ میرے جسم کی ساخت مردوں جیسی ہے اور مجھے مردوں

برائے آنکہ تا بدانی کہ من شخصے ام بے ادب
تا بار دیگر مرا بر خود نخوانی و وقت خود را و وقت
مرا ضائع نکنی[1]

کی ہیئت و صورت پر پیدا کیا گیا ہے تاہم مجھ سے مردوں کا کوئی کام نہیں ہوتا لہٰذا میں مخنث طریقت ہوں اور وہ مخنث شریعت دوسری بات بادشاہ نے یہ کہی کہ تم جب آئے تو بند ہے اور سکڑے ہاتوں کیوں آئے سنائی نے کہا اس لئے تاکہ تم سمجھ لو کہ میں کسی وقت بھی تمہارے سامنے دست سوال نہیں پھیلاؤں گا۔ تیسری بات یہ کہی کہ تم نے یہ کیا کیا کہ بیٹھے تو پاؤں پسار کر بیٹھے، حکیم دانا نے جواب میں کہا اس لئے تاکہ آپ یہ سمجھ لیں کہ میں ایک بے ادب شخص ہوں اور پھر آپ مجھے دوبارہ نہ بلائیں اور میرا اور اپنا وقت ضائع نہ کریں۔

قرون وسطیٰ میں سلاطین و امرار کو نصیحت کرنے اور ان کو گمراہیوں سے آگاہ کرنے کا ایک موثر طریقہ یہ تھا کہ گزشتہ بادشاہوں کی عبرت آموز داستانیں کچھ اس انداز میں بیان کی جاتی تھیں کہ بادشاہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ نخشبیؒ نے بادشاہوں کو ہدایت کرنے کے لئے وہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ انھوں نے سلک السلوک میں حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، خلیفہ ہارون الرشید وغیرہ کے واقعات بادشاہوں کی عبرت کے لئے درج کئے ہیں۔ حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص ان سے ملنے کے لئے گیا دیکھا کہ جسم پر ہلدی ملی ہوئی ہے۔ اور بچوں کی طرح رو رہے ہیں اسے سبب دریافت کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ان کے بیٹے کے پاس آکر وجہ پوچھی۔ انھوں نے جواب دیا میرے باپ ہفتہ میں چھ دن خلقت سے احتساب کرتے ہیں ساتویں روز خود اپنے نفس سے امور دین پر پرسش کرتے ہیں۔ آج انھوں نے خود اپنے اتنے کوڑے لگائے ہیں کہ سارا جسم زخمی ہو گیا ہے[2]۔

خلیفہ ہارون الرشید کا واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ گرمی کے موسم میں حمام میں گیا۔ غلطی سے گرم پانی

---

[1] سلک السلوک قلمی الف۔ ۱۸۲ ب[2] ۔۔۔ السلوک ص۲

جسم پر ڈال لیا۔ بس بل بلا اٹھا۔ باہر نکلا تو صدقہ دیا۔ اور کہنے لگا آج تو گرم پانی کی بھی تاب نہیں، قیامت کے دن گرمیٔ ہزار سال کی سلگتی ہوئی آگ میں ڈالا گیا تو کیا ہوگا۔ اس واقعہ کے بیان کرنے کے بعد نخشبیؒ لکھتے ہیں[5]

نخشبیؒ نیک غافلی از حشر — اندر رونم ز بہر تو ریش است
در چہ کارے تو ہیچ میدانی — تا چہ روزِ عظیم در پیش است[1]

ایسے واقعات لکھتے وقت ان کا اندازِ بیان بتا دیتا ہے کہ روئے سخن کس کی طرف ہے اور وہ کس کو نصیحت کرنے کے لئے بے چین ہیں۔

عبادت و ریاضت | نخشبیؒ کی رگ رگ میں عشقِ حقیقی سمایا ہوا تھا۔ وہ بادۂ عشق کے متوالے تھے۔ خود کہتے ہیں:

نخشبیؒ مستِ بادۂ عشق است

وہ عبادت و ریاضت میں کافی وقت گزارتے تھے۔ ان کے اشعار میں عشقِ حقیقی کی ایک عجیب تپش اور گرمی محسوس ہوتی ہے، چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

نخشبیؒ را ز عشقِ رخسارت — شد ز گریہ ز آب رخسارہ[2]
عاشقاں را وضو ز خونِ خود است — بوالعجب مذہبے است مذہبِ عشق[3]
نخشبی عشق مذہبے است عجب — شدتش کس بیاں چہ خواہد کرد[4]
آنکہ اندر طریقِ دوست نہد — بر سرِ دشمناں حیر خواہد کرد

ماحول سے دل برداشتگی اور زمانہ کی شکایت | حضرت نخشبیؒ کی تصانیف سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنے ماحول سے کچھ دل برداشتہ سے تھے۔ دوستوں کی بے وفائی اور عوام کی مذہب سے بے اعتنائی نے ان کے دل و جگر پر اثر کیا تھا۔ ایک جگہ نہایت حسرت سے لکھتے ہیں

نخشبیؒ بر زمیں نماند کسے — خلقِ من از زمانہ آب شدہ است
دیر شد کایں جہاں ز اہلِ صلاح — شکل دلہا ہمہ خراب شدہ است[5]

پھر دل کو سمجھاتے ہیں

---

[1] سلک السلوک ص۲۳ [2] جہل ناموس (قلمی نسخہ) [3] سلک السلوک ص۴۳ [4] ایضاً ص۶۲ [5] ایضاً ص۶۶

نخشبی از جفائے خلق مرنج | ایں نصیحت نہ عالم ملکی است
آدمی کیست کو نزند زخمے | ہر بد و نیک کاں رسد فلکی است [1]

سلک السلوک میں انھوں نے متعدد جگہ معاصرین کی اخلاقی اور مذہبی پستی پر رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے۔ کہتے ہیں:

"مرداں نام مسلمانی برخود نہادہ اند وہانکہ | لوگوں نے اپنے نام مسلمانوں جیسے رکھ لئے ہیں لیکن
درمسلماناں بباید درایشاں نہ [2] | جو بات مسلمانوں میں ہونی چاہئے ان میں نہیں ہے

چہل ناموس میں لکھتے ہیں ؎

نفس پرستی چہ بہا در خور است | ما دگر و مذہبِ ما دگر است

نخشبیؒ نے اپنے دوستوں کے ہاتھوں بڑے ظلم سہے تھے "جفائے ہمدماں" نے ان کا دل داغ داغ کر دیا تھا۔ گرز کے شروع میں انھوں نے ایک نظم "درمذمت فلک وابنائے روزگار" لکھی ہے جو ان کے جذبات کی آئینہ دار ہے، اور پوری سننے کے قابل ہے۔

چہ دور است اینکہ در وے مردمی نیست | جفائے ہمدماں را خود کمی نیست
نماند است از وفا بوئے بمردم | میانِ مردماں شد مردمی گم
بعالم ہر کرا بینی آزمائی | نہ بینی اندرو جز بے وفائی
دگرنہ عاقبت ماندی بجائے | چنیں دائم ہند وقت وفائے
جہاں تا بود ہمچوں بود یا خود | بوقتے یا چنیں یک بار بد شد
نہ از جورِ زماں کس را امانے | نہ از انصاف در عالم نشانے
فلک نا مہرباں و چرخ بدرائے | چگونہ جاں تواں بردن ازیں جائے
گہی باشد کہ ایں گردندہ اجرام | شود از تندی واز توسنی رام
قبائے چرخ پارہ پارہ گردد | فلک در معرضِ نظارہ گردد

---

[1] سلک السلوک ص ۳۲ [2] ایضاً ص ۳۵ [3]

نہ کس گیرد نہ خورشید را نام — نہ کارے آید از شمشیرِ بہرام
برافتد شوم کیواں از میانہ — شرف از مشتری دارد کرانہ
عطارد را شود اوراق پارہ — درِ زہرہ بماند از ہزارہ
پدید آید ہمہ سود و زیانہا — بشکلِ نامہ پیچد آسماں ھا
نہ پنج و ہفت آید در جہاں کار — نہ از شش نام گیرد کس نہ از چار
بگیرند از طبائع طبعہا باز — جہانے نہ ازیں بنہند آغاز
اگر زیں دور ما را نفع کم بود — مگر از عالمِ دیگر بود سود
خود ایں دنیا و دوراں ہیچ ہیچ است — کہ کار او سراسر پیچ پیچ است
اگر کار است عقبیٰ دارد اے دوست — کسے کو کارِ عقبیٰ کرد مرد اوست
جہاں آنست دیں ویراں سرائے — ز ویرانی نہ بہ تر نیست جائے
چہ بندی دل دریں دنیائے تاری — کہ یکدم نیست بر وے استواری
ضیاء نخشبیؒ از وے میندیش — مدارش استواری دل ازیں بیش

جہل ناموس کے شروع میں بھی ایک طویل نظم میں ان ہی جذبات کا اظہار کیا ہے اور لکھا ہے

در کس امروز صفائی مجوئے — از خود و از غیر وفائی مجوئے [1]

آخر نخشبیؒ میں مایوسی اور قنوطیت کے یہ جذبات کیوں پیدا ہوئے ؟ — اس سوال کا جواب نخشبیؒ کی زندگی سے زیادہ، اس عہد کے حالاتِ گرد و پیش میں ملتا ہے۔

نخشبیؒ کی تصانیف عہدِ تغلق سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ زمانہ وہ تھا جب مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبہ پر مایوسی اور قنوطیت کا رنگ چھا گیا تھا۔ سیاسی میدان میں اگر محمد بن تغلق نے یہ اعلان کیا تھا کہ

"ملک ما مریض گشت"[2]

تو دوسری طرف حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ نے غمگین لہجہ میں فرمایا تھا۔

---

[1] گل ریز۔ ص ۶-۵ (مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال) [2] تاریخ فیروز شاہی ضیاء الدین برنی

"امروز شیخی کار بازی بچگاں شد"۔[1]

عبید شاعر نے حسرت بھرے انداز میں کہا تھا ؎

ما کرا شعر و غزل گوئیم چوں در عہد ما   شاہد موزوں و ممدوح زر افشاں نماند

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح نباتاتی دنیا، بہار و خزاں کے دور سے گزرتی ہے بالکل اسی طرح انسانی سوسائٹی پر بھی مختلف کیفیتیں طاری ہوتی ہیں ایک دور آتا ہے جب زندگی کے ہر شعبہ میں تروتازگی، شگفتگی، خوشی اور مسرت ہی کارفرما ہوتی ہے۔ یہ قوموں کی زندگی میں "بہار" کا زمانہ ہوتا ہے۔ خود اعتمادی، بلندیٔ نگاہ و نظر، کردار کی خصوصیات بن جاتی ہیں۔ پھر خزاں کے اثرات نمایاں ہونے لگتے ہیں[2]۔ اور یاس و ناامیدی دلوں کو پژمردہ اور امنگوں کو پست کردیتی ہے۔ یہاں تک کہ فضائیں بھی تاریک نظر آنے لگتی ہیں۔ خلجیوں کا عہد، اسلامی ہند کی بہار کا زمانہ تھا اس عہد میں جس شاعر، مصنف، عالم، شیخ، سپاہی کی زبان سے جو لفظ نکلتا تھا اس میں امید اور زندگی کی جھلک نمایاں ہوتی تھی، عہدِ تغلق میں ہر طرف انحطاطی رنگ چھا گیا اور ہر شخص کی زبان سے ناامیدی اور مایوسی کا اظہار ہونے لگا ــــ بہر حال جب نخشبیؒ نے اپنے ماحول کی شکایت اور زمانہ کا گلہ کیا ہے تو حقیقت میں انھوں نے اپنے زمانہ کے عام رجحانات کی ترجمانی کی ہے۔

شیخ ابوبکر موئے تاب اور مولانا نخشبیؒ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے بدایوں صوفیار و مشائخ کا مرکز تھا۔ صدہا بزرگ وہاں سکونت پذیر تھے۔ نخشبیؒ کے اگر کسی بزرگ سے تعلقات کا علم ان کی تصانیف سے ہوتا ہے تو وہ شیخ ابو بکر موئے تاب ہیں۔ شیخ موئے تابؒ بدایوں کے مشہور صوفیار میں تھے[3]۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیار نے فوائد الفواد میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ایک مرتبہ نخشبیؒ ان کی عیادت کے لئے گئے تو انھوں نے بے ساختہ یہ شعر پڑھا ؎

قالب چو غبار است میانِ من و تو   آمد گہ آنکہ از میاں برخیزد[4]

---

[1] اخبار الاخیار [2] یہاں اُن سماجی کیفیات اور تمدنی حالات پر تفصیلی بحث کرنے کا موقع نہیں جن کے باعث اس زمانہ میں ناامیدی کا جذبہ عام ہوگیا تھا [3] اخبار الاخیار میں مختصر ذکر ہے۔ تذکرۃ الواصلین (تذکرہ مشائخ بدایوں، از رضی الدین بسمل) ص

[4] سلک السلوک ص۲۸۔

تبحر علمی | ضیاء نخشبیؒ کے تبحر علمی کا اندازہ ان کی تصانیف سے ہوتا ہے قرآن و حدیث پر اُن کی گہری نظر تھی۔ مشائخ کی تصانیف پر پورا عبور تھا۔ اپنی تصانیف میں جگہ جگہ آیاتِ قرآنی، احادیث اور اقوالِ مشائخ نقل کرتے ہیں۔ سلک السلوک اس اعتبار سے بہت اہم ہے۔ اس میں اقتباسات و اقوال ایسے برمحل پیش کئے گئے ہیں کہ پڑھنے والا نخشبیؒ کی وسعت معلومات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

نخشبیؒ کئی زبانوں پر عبور رکھتے تھے عربی و فارسی پر تو بڑی قدرت تھی۔ سنسکرت کو نہ صرف سمجھ لیتے تھے بلکہ اس کو فارسی میں منتقل بھی کر سکتے تھے۔ غالباً عبرانی زبان سے بھی واقفیت رکھتے تھے۔

جہل ناموس سے ان کی علم طب سے واقفیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ تذکرۃ الواصلین سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علم موسیقی سے بھی آگاہ تھے[1]

نخشبیؒ کی تصانیف | شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ان کے متعلق لکھتے ہیں:

"تصانیف بسیار دارد"[2]

مولانا نخشبیؒ کی جو کتابیں ہم تک پہنچی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) طوطی نامہ

(۲) شرح دعائے سریانی

(۳) جہل ناموس

(۴) سلک السلوک

(۵) گلریز

(۶) لذات النساء

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ان کی ایک اور تصنیف "عشرہ مبشرہ" کا بھی ذکر کیا ہے لیکن یہ کتاب دستیاب نہیں ہو سکی۔

طوطی نامہ | مولانا نخشبیؒ کی تصانیف میں، اس کتاب کو خاص شہرت حاصل ہوئی ہے یہ کم و بیش ۵۵۰ صفحات

---

[1] تذکرۃ الواصلین صفحہ ۴۷ [2] اخبار الاخیار۔ ص ۱۰۴

پر مشتمل ہے۔ وجہ تالیف کے متعلق دیباچہ میں لکھتے ہیں:

"بزرگے بامنہ گفت، دریں وقت کتابے مشتمل بر پنجاہ ودو حکایت بزرگے از عبارتے بعبارتے بردہ است واز اصطلاح ہندوی بزبان پارسی آوردہ اما اشہب مقال در مضمار اطالت دوانیدہ است وسخن را درازی باقصی الغایۃ رسانیدہ، وقاعدہ ترتیب را ذوقے وقانون ترکیب را شوقے اصلا مراعات نہ کردہ"[2]

نخشبیؒ نے یہ سن کر خود اس کتاب کو شگفتہ فارسی میں منتقل کرنے کا ارادہ کر لیا اور ۷۳۰ھ میں طوطی نامہ لکھ کر مکمل کر لیا[3]

طوطی نامہ کے ماخذ کے متعلق بھی عرض کر دینا ضروری ہے۔ سنسکرت کی ایک مشہور کتاب "شوکا سپتتی"[4] ہے۔ ایک شخص نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا لیکن اصل کی خوبی ترجمہ میں پیدا نہ کر سکا۔ ضیاء نخشبیؒ نے اپنے دوستوں کے اصرار پر اس کام کو دوبارہ کیا اور اس انداز میں کیا کہ اصل سنسکرت کی پوری روح کو فارسی کے قالب میں ڈھال دیا اور اپنے موزوں قطعات اور رنگین اشعار سے اس میں ایک ایسی دل آویزی پیدا کر دی کہ جو اسے پڑھتا بس مسحور ہو کر رہ جاتا۔ نخشبیؒ کا ترجمہ ۵۲ ابواب پر مشتمل ہے۔

شہنشاہ اکبر کو سنسکرت کی کتابوں میں جو دلچسپی تھی اس سے تاریخ کا ہر طالب علم واقف ہے۔ اس نے سنسکرت کی متعدد کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کرایا۔ "شوکا سپتتی" کو سادہ زبان میں منتقل کرانے کا خیال آیا تو ابو الفضل کو اسی کام پر متعین کیا۔ ابو الفضل نے ضیاء نخشبیؒ کے طوطی نامہ کو اور زیادہ سہل بنا دیا،[5] ۱۷ویں صدی میں محمد قادری نے اس کا خلاصہ ۳۵ ابواب میں کر دیا، قادری کا خلاصہ بہت مقبول ہوا اور دنیا

---

[1] میرے پاس طوطی نامہ کے دو قدیم قلمی نسخے ہیں۔ سنہ کتابت کسی پر درج نہیں۔ ایک نسخہ (جو گذشتہ سال ہی مجھے دستیاب ہوا ہے) قدامت کے اعتبار سے قابل قدر ہے۔ کاغذ اور کتابت سے ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کئی صدی پرانا ہے۔ میں نے حبیب گنج کے نسخے سے اس کا مقابلہ کرایا اور اس کو حیرت انگیز حد تک صحیح پایا۔ دوسرا نسخہ ناقص ہے اس کے بعض اجزا غایب ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اٹھارویں صدی کے آخر یا انیسویں صدی کے ابتدائی سالوں میں نقل کیا گیا ہے بعض صفحات پر میرے جد اعلیٰ جناب مولوی ابدال محمد صاحب فاروقی مرحوم کے دستخط ہیں اور کچھ حواشی ہیں، جن سے ایسا خیال ہوتا ہے کہ یہ کتاب کسی زمانہ میں نصاب میں شامل رہی ہے۔ طوطی نامہ کے قلمی نسخے بڑی کثرت سے ملتے ہیں۔ شاید ہی کوئی ایسا قلمی کتب خانہ ہو جس میں طوطی نامہ کے دو ایک نسخے نہ ہوں۔ [2] طوطی نامہ (قلمی نسخہ) ص ۲ (الف) [3] اختتام پر خود فرماتے ہیں ز ہجرت ہفتصد و سی بد مرکب ÷ کہ ایں افسانہا کردم مرتب [4] اس کے کچھ حصے کا ترجمہ یونانی زبان میں Galanos [5]

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

کی دوسری زبانوں میں اس کا ترجمہ کیا گیا۔ ہندی میں غواصی نے ترجمہ کیا۔ بنگالی میں سی۔ منشی نے منتقل کیا۔ ترکی زبان کا جامہ عبداللہ آفندی نے پہنایا[1]۔ حمید لاہوری نے اس کو نظم میں منتقل کیا[2]۔ ایران میں بہت سے افسانے "چہل طوطی" کے نام سے رائج ہیں اسی سے لئے گئے ہیں۔ افسانوں کے ایک ایسے ہی مجموعہ کو V. Zhukovski نے ۱۹۰۱ء میں St. Petersburg سے شائع کیا تھا۔

نخشبیؒ کی تصانیف سے یورپ اٹھارویں صدی کے آخر میں متعارف ہوا۔ ۱۷۹۲ء میں M. Gerrans نے "طوطی نامہ" کی بارہ کہانیوں کا ترجمہ انگریزی میں کیا۔ M. Gerrans ہی غالباً پہلا مستشرق ہے جس نے ضیاء نخشبیؒ کی طرف توجہ کی اور مغرب کو اس سے روشناس کرایا۔

قادری کے خلاصے کو C.I.L. Iken نے ۱۸۲۲ء میں جرمن زبان میں منتقل کر کے Stuttgart سے شائع کیا۔ اس پر Kosegarten نے ایک دلچسپ مقدمہ لکھا تھا جس میں نخشبیؒ اور ان کی تصانیف پر سیر حاصل بحث کی گئی تھی۔

ترکی زبان کے ترجمہ کو L. Rosen نے جرمن میں منتقل کیا۔ اور ۱۸۵۸ء میں Leipzig سے شائع کیا۔

ان میں سے کوئی ترجمہ مکمل نہیں ہے۔ مترجمین نے اپنے ذوق کے مطابق کچھ حکایات کا انتخاب کر کے اپنی زبان میں منتقل کر لیا تھا۔ E. Bertels نے روسی زبان میں طوطی نامہ کا مکمل ترجمہ کیا ہے۔ Munich میں "طوطی نامہ" کے مکمل فرانسیسی ترجمہ کا ایک قلمی نسخہ ہے جو اب تک شائع نہیں ہو سکا ہے

سلک السلوک ضیاء نخشبیؒ کی تصانیف میں سلک السلوک کو خاص اہمیت حاصل ہے اس میں ۱۵۱ لڑیاں ہیں جن میں گوہر آبدار کو پرو کر تصوف کے اعلیٰ مضامین کا دلکش تحفہ تیار کیا گیا ہے۔

"این لولوئے آبدار را بر صد و پنجاہ و یک سلک منسلک و منتظم گردانیدہ آمد و این مجموعہ را سلک السلوک

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نے کیا تھا۔ جو ۱۸۸۳ء میں Athens سے شائع ہوا[1]۔ Rieu, p753 [2] یہ ترجمہ ۱۲۵۶ھ میں بولاق اور ۱۳۰۵ھ میں قسطنطنیہ سے شائع ہوا تھا۔

[3] Journal of the Royal Asiatic Society IX P. 163.

نام نہادہ شد۔ وباللہ التوفیق علے الاتمام۔ قطعہ

بخشیؒ گرچہ مرد درویش است ۔۔۔ لیک زیں گونہ ملکہا دارد
گر توانگر بخوانمش شاید ۔۔۔ اینک از درّ سلکہا دارد[1]

ہر سلک میں کسی اہم مسئلہ کو لے لیتے ہیں۔ مثلاً توبہ۔ مقامات۔ حال۔ وجد۔ قبض وبسط علم الیقین۔ حق الیقین۔ مشاہدہ۔ علم تلوین وتمکین اور پھر ایسی صفائی اور دلکشی سے اسے بیان کرتے ہیں کہ ایک ایک بات دل میں جگہ کرتی چلی جاتی ہے ان کے خیالات کی صفائی اور عبارت کی شگفتگی نے سلک السلوک کو بڑی مفید کتاب بنادیا ہے۔ تصوف کی جس اصطلاح پر بحث کی ہے ایسے انداز میں کی ہے کہ ایک مبتدی بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ اصطلاح کی تشریح کے بعد وہ علماء ومشائخ کے اقوال اور احادیث سے اپنے نکتۂ خیال کی وضاحت کرتے ہیں۔ اس کے بعد اپنے مخصوص طرز میں "بشنو بشنو" کہہ کر مخاطب کرتے ہیں اور کسی دلچسپ قصہ کے ذریعہ اس کی مزید وضاحت کردیتے ہیں ہر سلک کے آخر میں اپنا ایک قطعہ لکھتے ہیں جو اپنی جگہ نگینہ کی طرح جڑا ہوا معلوم ہوتا ہے پوری عبارت اور بحث میں اس کی وجہ سے ایک زور پیدا ہو جاتا ہے۔

بعض مرتبہ جب کسی نازک مسئلہ پر بحث کرنی ہوتی ہے تو "عزیز من" کہہ کر مخاطب کرتے ہیں اس اندازِ خطابت نے عبارت کی تاثیر کو اتنا بڑھا دیا ہے کہ بعض اوقات ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ ہم خود ضیاء بخشیؒ کی محفل میں ان کی صدائے دل نواز سن رہے ہیں۔

سلک السلوک کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی لٹریچر پر بخشیؒ کی بڑی اچھی نظر تھی۔ انھوں نے مشائخ کے واقعات کثرت سے بیان کئے ہیں۔ لیکن یہ کرامات کے لایعنی قصے نہیں ہیں ان میں سے ہر ایک میں ایک اخلاقی یا مذہبی نکتہ ہے جس سے عام اخلاقی حالت کو درست کرنا مقصود ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کو سلک السلوک ان کی تصانیف میں سب سے زیادہ پسند تھی۔ فرماتے تھیا "سلک السلوک او بغایت کتاب شیریں ورنگین است۔ بزبانے لطیف و موثر مشتمل بر حکایات مشائخ

---

[1] سلک السلوک [2] اخبار الاخیار۔ ص ۱۰۴

وکلمات الشیاں "[1]

شیخ محدثؒ کی ناقدانہ صلاحیتوں کا یہ کرشمہ ہے کہ انھوں نے چار لفظوں — شیریں ۔ رنگین لطیف و موثر — میں اس کی ساری خوبیاں گنادی ہیں ۔

جزدیات کلیات اس کتاب میں مولانا نخشبیؒ نے انسانی جسم کے مختلف اعضاء پر تصوف کے رنگ میں بحث کی ہے ۔ جگہ جگہ طبی نکات بھی بیان کرتے چلے گئے ہیں ۔

نخشبیؒ کا عقیدہ تھا کہ معرفت الٰہی ، بغیر خود کو پہچانے ہوئے حاصل نہیں ہو سکتی ۔

کسیکہ خود را نشناخت ، ہیچ کس را نشناخت[2]

جس نے اپنے آپ کو نہ پہچانا تو سمجھو اس نے کسی کو بھی نہیں پہچانا ۔

انھوں نے قرآن پاک کے اس ارشاد کو سامنے رکھ کر

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ

نہایت ہی پرزور انداز میں لکھا ہے ۔

"... بدیدۂ امعان بسر و پائے خود نگاہ کن
ودر اجزاء و ارکان خود نظرے انداز و ببین کہ چیزے
نیست کہ از تو دریغ داشتہ باشد مشاطۂ عنایت
وصورکم فاحسن صورکم فی الارحام
کیف یشاء چنانچہ باید آراستہ فتبارک
اللہ احسن الخالقین والحمد للہ
رب العالمین ، امادر تو عیب ہمیں است
کہ تو خود را نمی شناسی"

اپنے سراپا اور اعضاء و جوارح پر عبرت و بصیرت کی
نگاہ ڈال اور بار بار ڈال اور دیکھ کہ کسی چیز نے تجھ سے
پہلو نہیں بچایا اور کوئی خوبصورتی نہیں جس سے تجھ کو حصہ
وافر نہیں ملا مشاطۂ قدرت کی کرم فرمائی نے رحم مادر میں
تیری صورت بنانے اور سنوارنے میں ہر طرح کی گلکاریوں
سے کام لیا ہے اور جتنی کچھ خوبصورتی سے تجھ کو آراستہ
کیا جا سکتا تھا کیا گیا ہے بے شبہ تمام برکتیں اللہ ہی کے
لئے ہیں جو بہترین بنانے والا ہے بس تجھ میں کھوٹ ہے

---

[1] اخبار الاخیار ص ۸۰ ۔ [2] جزدیات کلیات (قلمی نسخہ) میرے پاس جو نسخہ ہے وہ ۲۵ رشوال ۱۲۶۸ھ کو ملتان میں منشی غلام نبی نے میرے جدامجد مولوی ارشاد علی صاحب امروہوی مرحوم کے لئے نقل کیا تھا نہایت خوشخط اور صاف لکھا ہوا ہے ۔

تو یہی ہے کہ اپنی حقیقت کو نہیں پہچانتا اور خود فراموشی
کے دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ جسدِ انسانی میں تین ہزار جزو ہیں۔ کچھ کو اجزاء بسیط کچھ کو اجزائے مرکبہ کہتے ہیں۔

"عضو بسیط آں است کہ حد جسد جزو او کل باشد یعنی اطلاق اسم جزو او بر کل او ہم بتواں کرد......
و ہر جزوے کہ جزو او نیست یعنی اطلاق جزو بر کل او نتواں کرد جزو مرکب است"

اسی اصول کے پیش نظر انھوں نے کتاب کا نام "جزدیات کلیات" رکھا تھا فرماتے ہیں:

"ہر جزو کہ دریں مجموعہ ذکر است از بس کہ آں جزو در محل خویش بمنزلہ کل بود دایں مجموعہ جزدیات کلیات نام نہادہ شد"

اس کا لقب انھوں نے ناموس اکبر تجویز کیا تھا اور اس کو چہل ناموس پر ترتیب دیا تھا[1] جن کے عنوانات یہ ہیں:

ناموس اول در مناقب مو	ناموس دویم در مناقب سر
ناموس سویم در مناقب دماغ	ناموس چہارم در مناقب پیشانی
ناموس پنجم در مناقب ابرو	ناموس ششم در مناقب پلک
ناموس ہفتم در مناقب مژہ	ناموس ہشتم در مناقب چشم
ناموس نہم در مناقب اشک	ناموس دہم در مناقب بینی
ناموس یازدہم در مناقب رخسارہ	ناموس دوازدہم در مناقب گوش
ناموس سیزدہم در مناقب زلف	ناموس چہاردہم در مناقب خط
ناموس پانزدہم در مناقب لب	ناموس شانزدہم در مناقب دہان
ناموس ہفدہم در مناقب دندان	ناموس ہژدہم در مناقب زبان
ناموس نوزدہم در مناقب زنخ	ناموس بیستم در مناقب رو

[1] جزدیات کلیات، ناموس اکبر، چہل ناموس ایک ہی کتاب کے تین نام ہیں بعض مصنفین نے غلطی سے ان کو تین علیحدہ کتابیں تصور کیا ہے۔

ناموس ببیت یکم در مناقب خال	ناموس ببیت دوم در مناقب گلو
ناموس ببیت سوم در مناقب گردن	ناموس ببیت چہارم در مناقب پشت
ناموس ببیت پنجم در مناقب استخواں	ناموس ببیت ششم در مناقب بازو
ناموس ببیت ہفتم در مناقب رگ	ناموس ببیت ہشتم در مناقب خون
ناموس ببیت نہم در مناقب دست	ناموس سی ام در مناقب انگشت
ناموس سی یکم در مناقب ناخن	ناموس سی و دوم در مناقب سینہ
ناموس سی و سوم در مناقب دل	ناموس سی و چہارم در مناقب روح
ناموس سی و پنجم در مناقب پہلو	ناموس سی و ششم در مناقب شکم
ناموس سی و ہفتم در مناقب کمر	ناموس سی و ہشتم در مناقب زانو
ناموس سی و نہم در مناقب ساق	ناموس چہلم در مناقب پائے۔

اس کتاب کی تصنیف سے نخشبیؒ کا جو مقصد تھا وہ بھی ان کی زبان سے سننے کے قابل ہے؟ لکھتے ہیں

"بندہ را از تقریر ایں اعضاء... مقصود آں بود تا دریں پردہ بعبارت دامغانہ دبشارت عاشقانہ کاترا مرغان زیرک زبان مرغاں خوانند کلمہ چند شوق آمیز د سخنے چند عشق آمیز بنشستہ آید سے

عاشقاں زآں غمے کہ در دل شانست
بہر گفتن بہانہ خواہند "

"جزدیات کلیات" کی ترتیب کے متعلق بھی کچھ عرض کر دیا جائے۔ نخشبیؒ نے مختصر حمد و نعت کے بعد دنیا کی مذمت میں ایک طویل نظم لکھی ہے اس کے بعد ایک جامع مقدمہ ہے جس میں بتلایا ہے کہ

آنکہ او در حق خود جاہل بود — در حق بیگانہ عالم کے شود

اس کے بعد علیحدہ علیحدہ باب میں مختلف اعضاء انسانی پر صوفیانہ انداز میں گفتگو کی ہے۔ ہر باب کے خاتمہ پر ایک چھوٹی سی غزل لکھی ہے . . . . کتاب کے

خاتمہ پر ایک طویل دعائیہ نظم درج ہے۔ نمونہ کے طور پر وہ غزل سنئے جو نخشبیؒ نے رخسارہ کے متعلق اس باب کے آخر میں لکھی ہے:

اے مہِ آفتابِ رخسارہ چند دارم در آب رخسارہ
تا بدیدم رخِ تو از ناخن کردم اینک جز آب رخسارہ
مہ شود در نقاب گرداری یک دم بے نقاب رخسارہ
جز برؤیت ندید ہیچ کسے از مہ و آفتاب رخسارہ
وقت نظارہ ام بکوچہ شود گر بپوشی شتاب رخسارہ
عرقِ اشک من برائے بتاں کرد بر رد کباب رخسارہ
نخشبی را ز عشق رخسارت شد ز گریہ ز آب رخسارہ

نخشبی نے یہ کتاب ۷۳۰ھ میں مکمل کی تھی خاتمہ پر لکھتے ہیں:-

نہادم بر رخِ عالم چو ایں خال ز ہجرت ہفتصد و سی بود آں سال

غلام معین الدین نے چہل ناموس کو نخشبی کی سب تصانیف میں پہلا درجہ دیا ہے اور اس کی رنگینی، دل آویزی، شگفتگی اور بے ساختگی کی تعریف کی ہے اور پچاس صفحہ کا ایک طویل اقتباس دے کر اس کی خوبیاں بیان کی ہیں[1]

شرح دعائے زبانی | حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے زبور کی ایک سورۃ کو عربی نظم میں منتقل کیا تھا نخشبیؒ نے اس عربی نظم کی شرح فارسی زبان میں لکھی ہے۔ اس سورۃ کے متعلق نخشبیؒ کا بیان ہے:

ایں سورہ در زبور ہمچناں است کہ سورہ الرحمٰن در قرآن" یہ سورۃ زبور میں ایسی ہی ہے جیسے قرآن مجید میں سورہ الرحمٰن۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو جب کوئی مہم پیش آتی تھی تو سربسجود ہو کر اسی سورہ کو پڑھتے تھے۔ نخشبی نے بالکل ان ہی جذبات کے ماتحت جن سے متاثر ہو کر خواجہ سنائی نے کہا تھا

[1] ملاحظہ ہو" معارج الولایت" قلمی (جلد اول)

سخن کز بہر دیں گوئی چہ عبرانی چہ سریانی　　مکان کز بہر حق جوئی چہ جابلقا چہ جابلسا

اس کی طرف توجہ کی۔ خود کہتے ہیں

نخشبیؔ کار تست کشف رموز　　نکتۂ این و آں چہ می خوانی

گرچہ بعد (۔۔؟۔۔) تو تا سر پا　　کشف کن ہاں رموز سُریانی[1]

نخشبیؔ نے یہ شرح ۷۲۸ھ میں پوری کر لی تھی۔ کتاب کے خاتمہ پر فرماتے ہیں:

ہفتصد و بیست ہشت از ہجرت　　کردہ شد ایں چنیں ۔۔۔۔ (؟)

کتاب کی ترتیب یہ ہے کہ مختصر سے مقدمہ کے بعد، نخشبی نے حضرت عبداللہ بن عباس کے ایک ایک عربی شعر کو علیحدہ علیحدہ لیا ہے اور اس کی تشریح کی ہے عربی کے کل ۲۷ اشعار ہیں جن کی شرح ۵۴ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

کتاب کے خاتمہ پر نخشبیؔ نے حسب دستور ایک نظم لکھی ہے جو ان کے حالات و جذبات کی آئینہ دار ہے۔ لکھتے ہیں:

نخشبیؔ خوش نبشتی ایں کلمات　　بر د لفظ ۔۔۔ از آب حیات

جز زکلک تو اندریں میدان　　اسپ معنی کہ کردہ بر جولاں

سخن خوشگوار خوش گفتی　　دُرِ نا سفتہ را نکو سفتی

حقہ سر بمہر بکشادی　　داد ایں داستاں نکو دادی

کلمات خوشش تو در ہمہ حال　　بر ورق می کنند سحر حلال

قلمت ہر سخن نکو بزیرد　　کلک تو در قیمتی ریزد

خامہ ات کارہائے خندہ کند　　لفظ تو جان مردہ زندہ کند

---

[1] میرے پاس "شرح دعائے سریانی" کا ایک نہایت قدیم نسخہ ہے جو ۵۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ سنہ کتابت درج نہیں۔ کاغذ نہایت خستہ اور قدیم ہے مجھے یاد پڑتا ہے کہ دادا صاحب مرحوم (مولوی فرید احمد صاحب نظامی) اس نسخہ کی خاص احتیاط کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ قدامت کے اعتبار سے یہ بہت قابل قدر ہے

من کہ از جام عشق سرمستم گرچہ از نقد باتہی دستم

گلریز! گلریز ایک دلچسپ افسانہ ہے جس میں معصوم شاہ اور نوشابہ کے عشق کی داستان بیان کی گئی ہے۔ کتاب ایشیاٹک سوسائٹی بنگال سے شائع ہوچکی ہے اور ۱۰۹ صفحات پر مشتمل ہے۔

گلریز میں نخشبی نے مقفیٰ عبارت کے کمال دکھائے ہیں۔ افسانوی حیثیت سے قطع نظر، ادبی اعتبار سے گلریز خاص توجہ کی مستحق ہے۔ تالیف کا سبب نخشبی نے یہ بیان کیا ہے:

شبے خرم تر از صد روز نو روز ز صبح عید ہم چیزے دل افروز

من و دل یک دگر بودیم خرم دراں خلوت بجز دل محرمی کم

دو چشم خیرہ در اسرار قدسی سر زانو سرم گشت چرخ و کرسی

دریں اندیشہ کیں چرخ خطرناک بخواہد کرد ما را عاقبت خاک

بباید کرد در آفاق کارے کہ بعد از ما بماند یادگارے

مرا خاطر براں آورد کاکنوں ز نوک خامہ ریزم در تر مکنوں

چو شد پرداختہ از فکر شب خیز نہادم نام ایں افسانہ گل ریز

اس افسانہ میں حقیقت کا کوئی جزو نہ تھا۔ یہ سب نخشبی کے تخیل کی پیداوار تھی۔ خود کہتے ہیں

نبودست ایں حکایت در زمانہ تماماً اختراعست ایں افسانہ

طرزِ بیان کا اندازہ کتاب کے ان ابتدائی جملوں سے لگایا جا سکتا ہے:

"گویندہ ایں افسانہ۔ و سازندہ ایں ترانہ۔ و نشانندہ ایں نشانہ ضیاء نخشبی ..... چنیں گوید

کہ حاکیان حکایت شاہ۔ و راویان روایات راائق .... " [1]

گلریز کا سنہ تصنیف کہیں درج نہیں۔ خیال ایسا ہوتا ہے کہ یہ ابتدائی زمانہ کی کاوش ہے زمانہ کی شکایت گلریز میں بہت جگہ اور مختلف انداز میں کی گئی ہے۔ افسانہ ان کے وطن نخشب سے متعلق رکھا گیا ہے کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب نخشبی نے اس وقت لکھی تھی جب وہ اپنے وطن کو

[1] گلریز مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی۔ ص ... [2] ایضاً ص ۹

ناساعد حالات کے باعث چھوڑ کر ہندوستان آ گئے تھے۔ بعض جگہ وطن سے علیحدگی پر دل کی خاموش تکلیف کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔

لذات النساء | نخشبی نے کوک شاستر کا فارسی ترجمہ لذات النساء کے نام سے کیا تھا اس کا کوئی نسخہ ہندوستان میں دستیاب نہیں ہوتا صرف copenhagen کے ایک کتب خانہ میں اس کا ایک قدیم قلمی نسخہ ملتا ہے[1]۔

نخشبیؒ کی تصانیف میں اردو الفاظ | مولانا نخشبیؒ کی تصانیف میں اردو کے الفاظ بہ کثرت ملتے ہیں بوریا۔ مسکہ۔ جوکھا بہت۔ ترکھیلہ۔ چاکسو۔ دہاتورہ۔ کدو۔ خربوزہ وغیرہ[2] الفاظ بہ کثرت استعمال کئے گئے ہیں۔

نخشبیؒ کے قطعات | نخشبیؒ کے قطعات کو بڑی شہرت حاصل ہوئی ہے وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنے قطعات میں پند و نصائح کو نہایت دلچسپ اور موثر طریقہ پر نظم کیا ہے۔ اورنگ زیب نے اپنے بیٹوں کے نام جو خطوط لکھے ہیں ان میں نخشبی کے قطعات متعدد جگہ نقل کئے گئے ہیں۔ چند قطعات ملاحظہ ہوں:

(۱) نخشبی خیز با زمانہ بساز ۔۔۔ ورنہ خود را نشانہ ساختن است
زیرکان جہان چنیں گویند ۔۔۔ زیرکی بازمانہ ساختن است

طوطی نامہ

(۲) نخشبی گوش باش در ہمہ تن ۔۔۔ نہ زبان تا ہمہ زبان شنوی
یک زبان دو گوش را دادند ۔۔۔ تا یکاں گوئی و دوگاں شنوی[3]

چہل ناموس

(۳) نخشبی مذہب میانہ گزیں ۔۔۔ و اندریں خود اشارت نبوی است
کارہا میانہ کار سے داں ۔۔۔ امر اسلم ہمیں میانہ روی است

طوطی نامہ

---

[1] ملاحظہ ہو Mehren Codices Persici etc Bibliothecae Regiae Hafniensis, Copenhagen. 1857. p. 15 No: XXXVI

[2] بہت کے علاوہ (جو طوطی نامہ میں ہے) باقی سب الفاظ چہل ناموس سے لئے گئے ہیں [3] ذوق کا مشہور شعر ہے۔
کہ ایک جب سن لے دو ۔۔۔ کہ حق نے زباں ایک دی کان دو

(۴) نخشبی صبر کار ہا دارد ‌ ‌ ‌ وقت او خوش کہ این نمط بشناخت
هر کہ در درد خویش صبرے کرد ‌ ‌ ‌ درد او را خدائے دارو ساخت
(سلک السلوک)

(۵) نے نکتۂ عشق را ادیباں دانند ‌ ‌ ‌ نے علت شوق را طبیباں دانند
اندوه غریبی بکسے نتواں گفت ‌ ‌ ‌ دردیست غریبی کہ غریباں دانند
(گلریز)

(۶) نخشبی انتقام چیزے نیست ‌ ‌ ‌ خلق را جز کہ چوں غلام مباش
گر تو وقتے زکس شوی رنجہ ‌ ‌ ‌ تا توانی در انتقام مباش
(شرح دعائے سریانی)

(۷) نخشبی دولتے ست تنہائی ‌ ‌ ‌ تا چہ دولت کہ مرد تنہا بُرد
ہر کہ تنہا بزیست با حق زیست ‌ ‌ ‌ و آنکہ با حق بزیست تنہا مرد
(سلک السلوک)

(۸) نخشبی خانہ بر زمیں چہ کُنی ‌ ‌ ‌ نقد خود کس بخاک رو ندہد
آنکہ ویرانیِ جہاں دیدا ست ‌ ‌ ‌ خشت بر خشت ہیچ گہ ننہد
(سلک السلوک)

(۹) نخشبی با خوشی چہ کار ترا ‌ ‌ ‌ سینۂ مجرماں فگار بود
دم خوش ہیچ وقت بر نارد ‌ ‌ ‌ ہر کہ چوں تو گناہ گار بود
(سلک السلوک)

(۱۰) نخشبی خواست تا رود امشب ‌ ‌ ‌ سوئے خوبی کہ ترد زخوبی کوس
صبح از رفتنش بشد مانع ‌ ‌ ‌ دشمن عاشقانست صبح خروس
(طوطی نامہ)

نعت رسولؐ | نخشبیؒ کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عقیدت اور گہرا تعلق تھا اس کا اظہار ان مختصر مگر پرجوش نظموں سے ہوتا ہے جو انھوں نے اپنی تصانیف کے شروع میں مدح رسولؐ میں لکھی ہیں طوطی نامہ میں لکھتے ہیں۔

پیامے دارم و بس خوش پیامے — کہ خواہد برد از ما یک سلامے
بسوئے روضۂ پاکے رسولے — کہ بے او عرش را نبود قبولے
بمدح مدحت محمود عالم — محمد آنکہ شد مقصودِ عالم
جہاں را راہ حق نمودۂ او — مکان و لامکاں پیمودۂ او
سروش از غاشیہ داران آں در — رواقِ بے ستون ایوان آں در
سوادِ السنی و جانی گرفتہ — بہ تیغِ فقر سلطانی گرفتہ
کشادہ کارہائے پیچ در پیچ — بچشمِ ہمتش عالم ہمہ ہیچ
بہ پیشش شیر شرزہ میس پیشہ — دو عالم را شہ درویش پیشہ
ضیائے نخشبی باشد غلامش — جہاں زد سکۂ شاہی بنامش

نخشبیؒ اور حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ | شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ اس زمانہ میں ضیاء الدین نام کے تین شخص تھے۔ ضیاء الدین سنامی[۱]، ضیاء الدین برنی[۲] اور ضیاء الدین نخشبی۔ پہلے بزرگ حضرت شیخ نظام الدین

---

[۱] مولانا ضیاء الدین سنامی، تقویٰ و دیانت میں مشہور تھے۔ احتساب کے معاملہ میں نہایت سخت گیر تھے ایک رسالہ نصاب الاحتساب لکھا تھا۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ سے سماع کے مسئلہ پر اختلاف رکھتے تھے اور اسی بنا پر ان کی مخالفت کرتے تھے۔ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت محبوب الٰہیؒ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے مولانا سنامی نے اپنا دستار چہ راہ میں بچھوا دیا۔ شیخ نظام الدین اولیاء نے اٹھا کر آنکھوں سے لگا لیا۔ ملاقات کے فوراً بعد ہی مولانا سنامی کا انتقال ہو گیا۔ حضرت محبوب الٰہی رونے لگے اور نہایت افسوس سے فرمایا

"یک ذات بود، حامی شریعت حنیف کہ آں نیز — ملت حنیفی اور شریعت حق کی حامی اور پیرو ایک ذات
نہ ماند" — رہ گئی تھی افسوس اب وہ بھی اٹھ گئی

اخبار الاخیار ص ۱۰۰

[۲] مولانا ضیاء الدین برنی اپنے زمانہ کے مشہور مصنف اور مورخ تھے۔ ان کی تصنیف "تاریخ فیروز شاہی" ہند کے
(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

کے منکر تھے، دوسرے ان کے معتقد تھے تیسرے نہ معتقد تھے نہ منکر[۱] گلزار ابرار کے مصنف نے یہ اشعار بھی لکھے ہیں

برنی و نخشبی و سنامی نام این ہر سہ تن ضیا بودہ
اولیں معتقد پسیں منکر ثانی از ہر دو بے نوا بودہ[۲]

میرے خیال میں یہ کہنا کہ مولانا ضیاء الدین نخشبیؒ، حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کی جانب سے بالکل بے تعلق تھے کچھ زیادہ صحیح نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ کسی تذکرہ نویس نے ان کو حضرت محبوب الٰہی کا مرید نہیں بتایا لیکن جہاں تک افکار کا تعلق ہے، نخشبیؒ بڑی حد تک ان سے متاثر تھے۔ سلک السلوک کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ نخشبیؒ نے حضرت شیخ کے بہت سے خیالات کو اپنایا تھا۔ فوائد الفواد اور سلک السلوک کی بعض عبارتیں اس سلسلہ میں قابل غور ہیں۔

فوائد الفواد میں ہے۔

"سخن در سلوک افتاد۔ فرمود کہ روندہ روئے بکمال دارد، یعنی سالک تا در سلوک است امیدوار کمالیت است بعد ازیں فرمود کہ سالک است و واقف است و راجع است اما سالک آنست کہ او در راہ رود۔ واقف آنست کہ او را وقفہ افتد مبدء عرضداشت کرد کہ سالک را ہم وقفہ باشد۔ فرمود کہ آرے ہرگاہ کہ سالک را در طاعت فتورے افتد چنانکہ از ذوق طاعت بماند او را وقفہ باشد۔ اگر زود دریابد و بانابت پیوندد باز سالک تواند بود۔ و اگر عیاذاً باللہ ہمبریں بماند بیم آں باشد کہ راجع شود۔ بعد ازاں لغزش ایں راہ را بر ہفت قسمت بیان فرمود، اعراض، حجاب، تفاضل۔ سلب مزید، سلب قدیم، تسلی، عداوت۔ ایں قسم را تفصیل فرمود کہ دو دوست باشند عاشق و معشوق، مستغرق محبت یک دیگر در میان اگر از عاشقے یا سکتے یا تویتی در وجود آید کہ نہ پسندیدہ دوست او بود آں دوست از وے اعراض کند، یعنی روئے بگرداند پس عاشق را واجب است کہ در حال باستغفا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) قرین د سعلی کی نہایت اہم تاریخوں میں شمار کی جاتی ہے اس کے علاوہ انہوں نے تاریخ آل برمک، حسرت نامہ، صحیفۂ نعت محمدی، فتاوائے جہانداری وغیرہ کتابیں تصنیف کی تھیں۔ اول الذکر ایک عربی کتاب کا فارسی ترجمہ ہے

[۱] اخبار الاخیار [۲] گلزار ابرار۔ ص ۱۳۸۔ ۱۳۷

مشغول شود و بمعذرت پیوندد - ہر آئینہ دوست او از و راضی شود اندک مایہ اعراضے کہ بودہ باشد ناچیز گردد و اگر آں محب ہمراں خطا اصرار کند، و عذر آں نخواہد آں اعراض بحجاب کشد۔ معشوق حجابے درمیاں آرد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر دراں باب آہستگی رود آں حجاب بتفاصل کشد چہ شود یعنی آں دوست از وے جدائی گزیند۔ پس اول اعراضے بیش نبود چوں عذر نخواست، حجاب شد و چوں ہمراں ناپسندیدگی مصر ماند، تفاصل شد۔ پس اگر از دوست مستغفر نشود، سلب مزید شود۔ مزیدیت کہ اورا بود، در ذوق طاعت و عبادت و اوراد، آں از و باز ستانند۔ پس اگر ہم عذر آں نخواہد دراں بطالت بماند، سلب قدیم شود، طاعتے و راحتے کہ بیش از مزید داشتہ است آں ہم بستانند پس اگر اینجا ہم در توبہ تقصیرے رود بعد ازاں تسلی باشد و تسلی آں است کہ دوست او بجدائی او دل بیارامد پس ہم در انابت اہمال رود، عداوت پیدا شود، آں محبت کہ بودہ باشد، بعداوت مبدل شود۔ نعوذ باللہ منہا بالعین والراس[1]

سلک السلوک میں ضیا نخشبی لکھتے ہیں:

"بباید دانست سالک تا راہ معرفت مسلوک می دارد و امیدوار کمالیت است و در اصطلاع علم سلوک یکے را سالک خوانند و دوم را واقف و سوم را راجع، سالک آں است کہ او ایں راہ بر سبیل استمرار طے کند، اگر دریں کلا ذلک وقفہ روئے دہد او را واقف خوانند، اگر زود ازاں تدارک نکند آں وقفہ را بانابت مقرون نگرداند ہم آں باشد کہ راجع گردد و لغزش ایں راہ بر ہفت نوع است، یکے را اعراض خوانند و دوم را حجاب و سوم را تفاصل، چہارم را سلب مزید، پنجم را سلب قدیم، و ششم را تسلی و ہفتم را عداوت و صورت ایں چناں باشد عاشق و معشوق باشند مستغرق المحبت یک دیگر، دریں میاں اگر از عاشق چیزے در وجود آید کہ آں ناپسندیدہ معشوق بود از و اعراض کند اگر عاشق زود بمعذرت مشغول شد آں اندک اعراض کہ از معشوق بودہ باشد ناچیز گردد و کار محبت بر قاعدہ اصلی باز رود و اگر عاشق براں خطا اصرار کند آں اعراض بحجاب کشد و اگر ازاں ہم مستغفر نشود آں حجاب بہ تفاصل کشد اگر ازاں ہم مستغفر نشود آں تفاصل یعنی آں جدائی بسلب مزید کشد، یعنی مزیدے کہ اورا بودہ باشد از ذوق طاعت و عبادت آں را از و باز ستانند اگر ہنوز مستغفر نشود آں سلب مزید بسلب قدیم کشد یعنی راحتے

---

[1] فوائد الفواد ص ۱۷-۱۲

وطاعتے کہ او را پیش از مزید بودہ باشد آنہم از و باز بستانند و اگر ہنوز مستغفر نشود و قدیم متبسلی کشند و تسلی آں باشد کہ معشوق را بر جدائی عاشق دل قرار گیرد، اگر زیں ہم مستغفر نشود بعداوت کشند یعنی از ہم محبت بعداوت بدل گردد نعوذ باللہ منہا"[1]

فوائد الفواد میں حضرت محبوب الٰہیؒ، معجزہ کرامت وغیرہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

"معجزہ ازاں انبیا است کہ ایشاں را علم کامل و عمل کامل باشد۔ و ایشاں صاحب وحی اند، انچہ ایشاں اظہار کنند آں معجزہ باشد اما کرامت آنست کہ اولیاء را باشد ایشاں را نیز علم و عمل کامل باشد، فرق ہمیں است کہ ایشاں مغلوب باشند انچہ از ایشاں در ظہور آید آں کرامت باشد اما معونت آنست کہ بعضے مجانین باشند کہ ایشاں را نہ علمے باشد و عملے گاہ گاہ از ایشاں چیزے بر خلاف عادت معاینہ افتد، آں را معونت گویند اما استدراج آنرا گویند کہ طائفہ باشند ایشاں را اصلا ایمان نباشد چوں اہل سحر وغیرہ آں چیزے از ایشاں دیدہ شود آں را استدراج گویند"[2]

سلک السلوک میں ضیاء نخشبیؒ لکھتے ہیں۔

"معجزہ حق انبیاء است کہ ایشاں را ہم علم کامل باشد و ہم عمل و کرامت اولیاء را باشد کہ ایشاں را نیز علم و عمل کامل باشد و معونت آنست کہ بعضے مجانین باشند کہ ایشاں را نہ علم باشد و نہ عمل گاہ گاہ از ایشاں ہم بر خرق عادت چیزے در وجود آید و استدراج آنست کہ طائفہ باشند کہ ایشاں را اصلا ایمان نباشد اما از ایشاں ہم وقتے چیزے بر خلاف قاعدہ اصلی دیدہ شود، چنانچہ سحر و غیر آں"[3]

علاوہ ازیں سلک السلوک میں اور بہت سے مقامات ہیں (مثلاً تائب و متقی پر بحث[4]، زکوٰۃ کی تشریح برہمن کا واقعہ[5]) جو فوائد الفواد سے لئے گئے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ضیاء نخشبیؒ کی حضرت شیخ نظام الدین اولیاء سے[6] کبھی ملاقات نہ ہوئی ہو لیکن شیخ اولیاء سے ان کی بے تعلقی کبھی تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ سلک السلوک لکھنے والے کی اساس فکر فوائد الفواد کے اصلی مصنف سے متاثر ہے۔ سلک السلوک کا انداز بیان بدل گیا ہے۔ لیکن بنیادی اعتبار سے حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی تعلیمات کے اثرات بہت نمایاں ہیں۔

---

[1] سلک السلوک ص ۱۵۔۱۴۱ [2] فوائد الفواد ص ۹۶ [3] سلک السلوک ص ۱۵ [4] سلک السلوک ص ۴۴
[5] سلک السلوک ص ۵۰ [6] ایضاً ص ۵۰

نخشبی کا انتقال | مولانا ضیاء الدین نخشبیؒ نے ۷۵۱ھ مطابق ۱۳۵۰ء کو وصال فرمایا۔[۱] مصنف تذکرۃ الواصلین کا بیان ہے:

"مرقد شریف آپ کا بمقام بدایوں چبوترہ حضرت شہاب الدین مہرہ پر پیر مکہ صاحب کی زیارت سے جانب گوشہ غرب و جنوب واقع ہے۔"[۲]

۱؎ اخبار الاخیار ص ۲؎ تذکرۃ الواصلین ص ۳۰

تفسیر مظہری

تمام عربی مدرسوں کتب خانوں اور عربی جاننے والے اصحاب کے لئے بیش تحفہ

ارباب علم کو معلوم ہے کہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی یہ عظیم المرتبہ تفسیر مختلف خصوصیتوں کے اعتبار سے اپنی نظیر نہیں رکھتی لیکن اب تک اس کی حیثیت ایک گوہر نایاب کی تھی اور ملک میں اس کا ایک قلمی نسخہ بھی دستیاب ہونا دشوار تھا۔

الحمدللہ کہ سالہا سال کی عرقریز کوششوں کے بعد ہم آج اس قابل ہیں کہ اس عظیم الشان تفسیر کے شائع ہو جانے کا اعلان کر سکیں۔ اب تک اس کی حسب ذیل جلدیں چھپ چکی ہیں جو کاغذ اور دیگر سامان طباعت و کتابت کی گرانی کی وجہ سے بہت محدود مقدار میں چھپی ہیں۔

ہدیہ غیر مجلد جلد اول تقطیع ۲۲×۲۹/۸ سات روپے، جلد ثانی سات روپے، جلد ثالث آٹھ روپے، جلد رابع پانچ روپے۔ جلد خامس سات روپے جلد سادس آٹھ روپے۔ جلد سابع آٹھ روپے۔ جلد ثامن آٹھ روپے۔

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی